۱۳ جُمادی الاخریٰ ۱۴۴۷ھ / 05 دسمبر 2025ء

نکاح سے متعلق اسلامی تعلیمات

(آخری حصہ)

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری گیٹ لاہور

گوشۂ خطبات حاصل کرنے کے لیے ویب سائٹ ملاحظہ کریں: khutbatenizamia.com یا QR code سکین کریں:

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان Follow our Acount
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Like our Page
JAMIA NIZAMIA RIZVIA Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

وَمَآ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ رِّبًا لِّیَرۡبُوَا۟ فِیۡۤ اَمۡوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرۡبُوۡا عِنۡدَ اللّٰہِ ۚ وَمَآ اٰتَیۡتُمۡ مِّنۡ زَکٰوۃٍ تُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَ اللّٰہِ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُضۡعِفُوۡنَ۔ [الروم30:39]

زندگی تو ہر شخص گزارتا ہے، مگر جو پاکیزہ زندگی اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرّم ﷺ کی فرماں برداری پر بطورِ انعام عطا کی جاتی ہے اُس کا لُطف کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَکَرٍ اَوۡ اُنۡثٰی وَہُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ۚ وَلَنَجۡزِیَنَّہُمۡ اَجۡرَہُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ۔ "جو مَرد یا عورت نیک عمل کرے اور وہ مسلمان ہو تو ہم ضرور اُسے "پاکیزہ زندگی" عطا کریں گے اور ہم ضرور اُنھیں اُن کا وہ اجر و ثواب عطا کریں گے جو اُن کے سب سے بہتر عمل کے لائق ہو گا۔" [النحل16:97]

"پاکیزہ زندگی" کی مراد سے متعلق مفسرینِ کرام کے اقوال کا خلاصہ یوں ہے:

1) دُنیا میں "پاکیزہ زندگی" یہ ہے کہ ربّ تعالیٰ:

i. سَعادت و خوش بختی سے سرفراز فرماتا ہے۔
ii. درجۂ صبر و رِضا پر فائز کر دیتا ہے، یعنی عقل و شریعت کی خلاف ورزی اور شِکوہ و شِکایت سے اجتناب کی سعادت سے نوازتا ہے۔
iii. اپنی فرماں برداری و عبادت کی حَلاوت و چاشنی اور مٹھاس مَرحمت فرماتا ہے۔
iv. طیّب و حلال رِزق سے بہرہ مند فرماتا ہے۔
v. قَناعت کی دولت عطا فرماتا ہے، یعنی جائز طریقے سے کوشش کے بعد جتنا مل جائے اُس پر راضی رہنے کا جذبہ دیتا ہے۔
vi. مزید اعمالِ صالحہ کی توفیق بخشتا ہے۔

2) آخرت کی "پاکیزہ زندگی" یہ ہے کہ ربِّ ذوالجلال بے پناہ اِعزاز و اکرام اور جنّت کی بے انتہا نعمتوں سے نوازے گا۔[1]

یہ قابلِ رشک "پاکیزہ زندگی" حاصل کرنے کے لیے ہمیں ہر معاملے میں شریعتِ مطہرہ پر عمل کرنا چاہیے۔ نافرمانی کے نتیجے میں زندگی کیسی اجیرن اور بے رونق ہوتی ہے! اِس کا اندازہ ہم اپنی حیات کے شب و روز سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

شادی بھی انسانی زندگی کا ایک اہم مرحلہ ہے، لوگوں کی ایک بڑی تعداد اِس سے متعلقہ اُمور میں دینی تعلیمات کا لحاظ نہیں کرتی، حالانکہ شریعت نے رشتے کی تلاش سے لے کر اُمورِ زوجیت کی ادائیگی تک... ہر پہلو پر تفصیل سے ہماری راہ نمائی فرمائی ہے۔

گزشتہ دو خطباتِ جمعہ میں نکاح سے متعلق کچھ اسلامی تعلیمات کا تذکرہ کیا گیا؛ تاکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت و توفیق سے ہم شادی بیاہ کے معاملات کو دینی تقاضوں کے مطابق انجام دیں۔ آج بھی اِسی سلسلہ کو آگے بڑھایا جائے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: تبیان القرآن، زیرِ آیت، ج:6، ص:567 تا 569، فرید بک سٹال لاہور

ہدیہ کی اہمیّت اور نِیوتا کی حیثیت

شادی بیاہ کے موقع پر رشتہ دار اور دوست احباب دُولہا / دُلہن کو تحائف دیتے ہیں۔ زیادہ تر رقم پیش کی جاتی ہے، جسے نِیوتا یا نِیوتَدرا (نیندرہ) اور سَلامی وغیرہ کہا جاتا ہے۔ اِس کے حوالے سے چند باتوں کو پیشِ نظر رکھنا بہت ضروری ہے۔

ہدیہ کی ترغیب: اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے مسلمانوں کا ایک دوسرے کو تحائف دینا بہت اچھی بات ہے، یہ نبیِ کریم ﷺ کی سنّتِ مبارکہ بھی ہے، باعثِ اجر وثواب بھی ہے اور اِس کے ذریعے باہمی محبّت میں اِضافہ بھی ہوتا ہے۔

پھر اگر نیوتا کی صورت میں ہدیہ دیتے ہوئے یہ نیت بھی ہو کہ شادی کے موقع پر کافی اخراجات ہوتے ہیں؛ لہٰذا اِس کے ذریعے کچھ تعاوُن ہو جائے گا تو اِس اچھے اِرادے پر مزید اِنعام واِکرام کی اُمّید ہے۔

ہدیہ کی ترغیب: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ عالَم ﷺ نے فرمایا: تَهَادَوْا تَحَابُّوْا![1] وَفِیْ رِوَایَةٍ: تَهَادَوْا، فَإِنَّ الْهَدِيَّةَ تُذْهِبُ وَحَرَ الصَّدْرِ۔[2] یعنی "ایک دوسرے کو تحائف دیا کرو! اِس سے باہمی محبّت نصیب ہوگی اور دلوں کا کینہ / عداوت / غصّہ دُور ہو جائے گا۔"

نیوتا... ہدیہ یا قرض؟ نیوتا کے حوالے سے لوگوں کا انداز دو طرح کا ہے:

1) بعض اوقات نیوتا اِظہارِ محبّت اور تعلُّق داری کے لیے دیا جاتا ہے، دینے والوں کو یہ چاہت نہیں ہوتی کہ ہمیں اِس کے بدلے میں تحفہ ملے گا یا ہمارے ہاں شادی وغیرہ کے موقع پر نیوتا لَوٹایا جائے گا۔

یہ "ہدیہ" ہے اور باعثِ برکت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے ایسا کیا جائے تو بے پناہ اجر وثواب کی اُمّید ہے۔ اِس صورت میں نیوتا لینے والے شخص پر دینے والے کو جوابی تحفہ پیش کرنا یا اُس کی شادی وغیرہ پر اُسے نیوتا واپس کرنا ضروری نہیں۔

2) زیادہ تر ایسا ہوتا ہے کہ نیوتا لینے اور دینے والے حساب کتاب رکھتے ہیں، جتنی رقم کسی نے دی ہو اُس کے ہاں شادی وغیرہ پر اُتنی یا اُس سے کچھ زیادہ رقم بطورِ نیوتا اُس کو دیتے ہیں، یہاں تک کہ اگر نیوتا لینے والا شخص دینے والے کو اُس کی شادی پر تحفہ نہ دے تو اُسے طعن وتشنیع کا نشانہ بناتے ہیں اور اُس سے نیوتا دینے کا مطالبہ بھی کرتے ہیں۔

یہ صورت کہنے کو ہدیہ وتحفہ ہے، مگر حقیقت میں ایک بے برکت "قرض" ہے، اِسے واپس کرنا ضروری ہے۔ نیز زکوٰۃ کی ادائیگی اور قربانی کے وجوب میں بھی اِس کا حساب رکھا جائے گا۔ (دیکھیے: بہارِ شریعت، ج:3، ح:14، ص:80۔ وقار الفتاوٰی، ج:3، ص:177)

---

[1] الادب المفرد للبخاری، حدیث:594۔ مسندِ ابو یعلیٰ، حدیث:6148

[2] جامع ترمذی، حدیث:2130

ارشادِ ربّانی: ربِّ کریم جَلَّ مَجْدُہُ الْعَزِیْز نے فرمایا: وَمَآ اٰتَیْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّیَرْبُوَا۟ فِیْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا یَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۔۔۔ ”اور تم جو عطیہ اِس غرض سے دیتے ہو کہ دینے والے کے مال میں اِضافہ ہو تو وہ اللہ کی بارگاہ میں نہیں بڑھے گا۔“[الروم30:39]

دوسرے مقام پر خالقِ کریم نے فرمایا: وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ! ”اور زیادہ لینے کی نیّت سے کسی پر اِحسان نہ کرو!“[المدثّر74:6]

آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوا کہ:

i. زیادہ لینے کی نیت سے دینا حُسنِ اخلاق کے خلاف ہے، ہمیں چاہیے کہ دوسرے مسلمانوں کو بے لوث تحائف دیں۔

ii. چونکہ اِس صورت میں خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رِضا مقصود نہیں ہوتی؛ لہٰذا اِس پر ثواب نہیں ملتا۔

iii. یہ نام کا تحفہ درحقیقت لالچ پر مبنی ہے؛ اِسی وجہ سے اِس میں برکت نہیں ہوتی۔

تربیت: قرآن وسنت کی روشنی میں جو باتیں ذکر کی گئیں اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ نیوتا / نیُوندَرالینا اور دینا جائز ہے، تاہم اِس سے فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا مقصود ہونی چاہیے۔ ایسی صورت میں اجر وثواب کے ساتھ ساتھ برکت کی بھی اُمّید ہے اور اِن شاء اللہ باہمی مَحَبَّت و مَوَدَّت میں بھی اِضافہ ہو گا۔

تاہم جن علاقوں اور برادریوں میں نیوتا ایک رسم بن چکی ہے اور اِس کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا ہے وہاں یہ ہدیہ نہیں، بلکہ قرض کا بوجھ ہے، جس کی ادائیگی کبھی ایک فریق کے ذمّے ہوتی ہے اور کبھی دوسرے فریق کے ذمّے۔ بہت مرتبہ یہ انداز لڑائی جھگڑے کا سبب بھی بن جاتا ہے۔ اِس اندازِ رسم کو حتّی الامکان ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ایک اُلجھن کا حل: ذہن میں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ مثال کے طور پر میری یا میرے کسی عزیز کی شادی ہو، اب اگر:

- احباب سے نیوتا وصول نہ کریں تو وہ ناراض ہوں گے اور سمجھیں گے کہ تکبُّر کی وجہ سے تحفے قبول نہیں کیے جا رہے۔
- اور قبول کر لیں تو عرف ورِواج کی وجہ سے وہ قرض کے درجہ میں ہو گا اور مَیں قرض کا بوجھ اُٹھانا نہیں چاہتا۔

چنانچہ ایسی صورتِ حال میں کیا کرنا چاہیے؟

اِس اُلجھن کا حل یہ ہے کہ تحائف دینے والوں کو پہلے ہی کہہ دیا جائے کہ مَیں قرض کا بوجھ اپنے سَر نہیں لینا چاہتا؛ لہٰذا آپ کے دیے ہوئے تحائف کی واپسی میرے ذمّے نہیں ہو گی۔ مَیں آپ کے ہاں شادی وغیرہ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے تحفہ دینے کی کوشش کروں گا، وہ بھی بطورِ قرض نہیں ہو گا اور نہ ہی میری طرف سے اُس کے عِوَض کا کوئی مطالبہ ہو گا۔ یہ وضاحت کر دینے پر وُصول ہونے والا نیوتا قرض نہیں رہے گا۔ (دیکھیے: فتاوٰی رضویہ، ج:23، ص:586، رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ)[1]

---

[1] مزید تفصیل کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ کے فیض یافتہ شیخ الحدیث والتفسیر مفتی محمد قاسم عطاری مدظلّہٗ کی تصدیق سے نشر ہونے والا دار الافتاء اہلِ سنت کا فتوٰی بعنوان ”کیا نیوتا یا نیندرہ سود ہے؟“ ملاحظہ کیجیے۔ یہ فتوٰی انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے: https://www.fatwaqa.com/ur/fatawa/halal-haram/kya-nyota-sood-hai

سنتِ ولیمہ اور رُسومِ ذمیمہ

نکاح کے بعد دعوتِ ولیمہ کرنا سنتِ مستحبّہ ہے،[1] نبیِ کریم ﷺ نے اُمّہات المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہن کو نکاح سے نوازنے پر خود بھی وَلائم فرمائے اور اِس کا حکم بھی ارشاد فرمایا۔ بحمد اللہ تعالیٰ زیادہ تر مسلمان سنتِ ولیمہ کو ادا کرتے ہیں، مگر اِس کے حوالے سے چند باتوں پر توجّہ کی اشدّ ضرورت ہے۔

حیثیّت کالحاظ: شریعتِ مطہرہ نے ولیمہ کے لیے کوئی حد مقرّر نہیں فرمائی کہ اتنے افراد شریک ہوں یا اِس قدر کھانے کا اہتمام کیا جائے، بلکہ اِسے نکاح کرنے والے کی حیثیت پر چھوڑا ہے۔ شادی کرنے والا اپنی طاقت کے مطابق کم یا زیادہ... جتنا بھی انتظام کرے سنّت ادا ہو جائے گی۔ بڑے ولیمہ کا اہتمام کرنے کے لیے بھاری قرض اُٹھانا یا خود کو مشکل میں ڈالنا ہر گز دانش مندی نہیں۔

سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شادی کرنے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اِس حوالے سے عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: بَارَكَ اللهُ لَكَ، أَوْلِمْ وَلَوْ بِشَاةٍ![2] یعنی "اللہ تعالیٰ تمہیں نکاح میں برکت عطا فرمائے! ولیمہ کرو! اگرچہ ایک بکری (بہت قلیل مقدار میں) ہی کیوں نہ ہو۔" (صحیح بخاری، حدیث: 5155)

نُمود ونُمائش: اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ بندے کو اُس کی نیت کے مطابق جزا عطا فرماتا ہے یا سزا دیتا ہے۔ دعوتِ ولیمہ کا مقصود رسولِ مکرّم ﷺ کی سنت پر عمل کرنا ہو تو یقیناً اِس پر اجر و ثواب عطا ہو گا، لیکن فقط اپنی بڑائی ظاہر کرنے یا دولت کا مظاہرہ کرنے یا کسی اور دُنیاوی مقصد کے لیے ہو تو اِنعام و عطا سے محرومی کے ساتھ ساتھ سزا کا استحقاق بھی ہو سکتا ہے۔

کس کی دعوت رِضائے اِلٰہی کے لیے ہے اور کس کی نُمود و نُمائش کے لیے؟ اِس بات کا فیصلہ کرنا ہمارے بس میں نہیں؛ کیونکہ نیت کا تعلُّق دل سے ہے اور دلوں کے راز ربِّ کریم ہی جانتا ہے... البتہ ہمیں اپنے بارے میں غور کرنا چاہیے کہ ہماری نیت کیا ہے!

دِکھاوے اور نُمائش پسندی کی وجہ سے ہی تو ولیمے کے کھانے کو "بدترین کھانا" ارشاد فرمایا گیا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا: شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِيمَةِ؛[3] يُدْعَى لَهَا الْأَغْنِيَاءُ وَيُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ... یعنی "ولیمے کا کھانا بدترین کھانوں میں سے ہے، جس کے لیے مال داروں کو بلایا جاتا ہے (جو پہلے سے سیر ہیں) اور فقرا کو چھوڑ دیا جاتا ہے (جنھیں حاجت ہے)۔"
(صحیح بخاری، حدیث: 5177۔ صحیح مسلم، حدیث: 1432، والحدیث موقوفٌ علی سیّدنا أبی هریرة وروی عنه مسلمٌ مرفوعًا أیضًا)

---

[1] ولیمہ زِفاف (حقوقِ زوجیت کی ادائیگی) کی سنّت ہے اور اِس کے بعد ہونا چاہیے۔ (بہارِ شریعت، ج: 3 (الف)، ص: 391، 392۔ احکامِ شریعت، ص: 299)

[2] مُبَالَغَةٌ فِي الْقِلَّةِ، فَـ"لَوْ" تَقْلِيلِيَّةٌ لَا امْتِنَاعِيَّةٌ، فَلَا حَدَّ لِأَقَلِّهَا وَلَا لِأَكْثَرِهَا۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث: 2800)

[3] يُرِيدُ مِنْ شَرِّ الطَّعَامِ، فَـ"مِنْ" مَقَدَّرَةٌ... وَإِنَّمَا سَمَّاهُ شَرًّا لِمَا ذَكَرَ عَقِبَهُ۔ (إرشاد الساری لشرح صحیح البخاری، تحت الحدیث)

ہمیں غور کرنا چاہیے! کیا ہمارے ولیموں میں غریبوں کو عزت کے ساتھ کھانا پیش کیا جاتا ہے؟ بالکل نہیں۔ اوّلاً تو اُنھیں شرکت کی اجازت ہی نہیں ہوتی، پھر اگر بُلایا بھی جائے تو ہتک آمیز اور رُسوا کُن سُلوک کیا جاتا ہے، جو دعوت نہ دینے سے بھی بُرا انداز ہے۔

حدیثِ مبارک سے سبق لیتے ہوئے ہمیں چاہیے کہ سنتِ ولیمہ میں فُقرا کے لیے بھی کھانے کا اہتمام کریں اور اِعزاز و تکریم کے ساتھ کھلائیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ معیاری کھانے کی چند دیگیں یا جتنی استطاعت ہو کسی ایسی جگہ بھیج دی جائیں جہاں مستحق حضرات اچھے انداز میں کھا سکیں۔ اِسی طرح کسی دینی ادارے میں بھی تعظیم و تکریم کے ساتھ طلبہ کو کھانا پیش کیا جا سکتا ہے۔

گناہوں والے کام: شریعت کی پابندی ہر موقع پر لازم ہے اور خوشی ہو یا غمی... کسی بھی صورت میں اللہ تعالیٰ اور اُس کے حبیبِ مکرم ﷺ کی نافرمانی کرنا درست نہیں۔ خوشی کے موقع پر شریعت کے احکام کو بھول جانا بڑی نالائقی ہے اور سخت بے برکتی کا سبب ہے؛ لہٰذا ولیمہ سمیت شادی کی ہر تقریب و سرگرمی میں فحاشی، بدنگاہی، ناچ گانے، شراب نوشی، آتش بازی اور مَرد و زَن کے اختلاط وغیرہ تمام گناہوں سے مکمل اجتناب ضروری ہے۔

پر وَردۂ آغوشِ نُبوّت سیدنا انَس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: صَوْتَانِ مَلْعُوْنَانِ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ: مِزْمَارٌ[1] عِنْدَ نِعْمَةٍ وَّرَنَّةٌ عِنْدَ مُصِيْبَةٍ۔ ”دو آوازوں پر دُنیا و آخرت میں لعنت ہے: خوشی کے وقت باجا (گانا) اور مصیبت کے وقت چِلّانا (نوحہ وغیرہ کرنا)۔“ (مسند البزار، حدیث: 7513، حسن لغیرہٖ۔ الترغیب والترہیب، حدیث: 2433)

یہ بھی ذہن میں رہے کہ اگر تقریب والی جگہ پر ناجائز کام ہو رہے ہوں اور بندہ اُنھیں روکنے کی طاقت بھی نہ رکھتا ہو تو ایسی تقریب میں شرکت کرنا ہی ممنوع ہے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: فتاوٰی رضویہ، ج: 21، ص: 609 تا 612)

کھانے میں اعتدال: عام طور پر شادی کی تقریبات میں کھانے کے حوالے سے بہت بے اعتدالی کا مظاہرہ کیا جاتا ہے.. کھانا لینے میں بھی لالچ غالب رہتا ہے اور اُسے کھانے میں بھی حد سے تجاوُز کیا جاتا ہے۔

کھانا لیتے ہوئے زیادہ تر لوگ اپنی گنجائش سے زیادہ حاصل کر کے رکھ لیتے ہیں، پھر اُسے کھا نہیں پاتے تو وہیں چھوڑ دیتے ہیں اور بعد میں وہ کچرے میں ڈال دیا جاتا ہے۔ یہ اِسراف بھی ہے اور کھانے کی بے حُرمتی بھی۔

یوں ہی بہت سارے لوگ کھانا کھاتے ہوئے اپنی طبیعت اور پیٹ کی وُسعت کا خیال نہیں رکھتے۔ کھانے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اتنا کھا لیتے ہیں کہ بعد میں اُسے ہضم کرنے کے لیے جَتَن کرنے پڑتے ہیں۔

ارشادِ ربّانی ہے: وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ ”اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو / فضول خرچی

---

[1] وَالْمُرَادُ هُنَا الْغِنَاءُ، لَا الْقَصَبَةُ الَّتِي يُزَمْزَمُ بِهَا۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، تحت الحدیث: 5050)

واِسراف نہ کرو! بے شک حد سے بڑھنے والے اللہ کو پسند نہیں۔" [الاعراف 7:31]

سبحان اللہ! ربِّ کریم نے فقط ایک جملہ "حد سے نہ بڑھو" فرما کر بہت ساری باتیں سمجھا دیں: کھانے پینے میں اِسراف (حد سے بڑھنے) کی کئی صورتیں ہیں:

⇐ حد یہ ہے کہ صرف حلال چیزیں ہی کھائی جائیں، حرام کھانا حد سے تجاوُز ہے۔

⇐ کھانے کی بے حُرمتی کرنا اور اُسے ضائع کرنا بھی حد سے تجاوُز کی ایک بدترین صورت ہے۔

⇐ سنت یہ ہے کہ ابھی کچھ بھوک باقی ہو تو کھانا چھوڑ دیا جائے، تاہم اگر اللہ تعالیٰ کی رِضا کا کوئی کام کرنے کے لیے طاقت حاصل کرنے کی نیت سے پیٹ بھر کر کھانا کھایا جائے تو اچھا ہے... زیادہ سے زیادہ کھانے کی حد یہ ہے کہ اتنا کھائے جس سے طبیعت خراب نہ ہو... اِس قدر کھانا کہ پیٹ خراب ہونے کا گمان ہو، یہ حد سے تجاوُز ہے اور حرام ہے۔ (بہارِ شریعت، ح:16، ج:3، ص:374، ملخصًا)

⇐ حد یہ ہے کہ انسان وہ چیز کھائے جو اُس کے لیے فائدہ مند ہے، نقصان دہ چیز کھانا حد سے تجاوُز ہے۔

بغیر دعوت کے شرکت: ولیمہ ہو یا کوئی اور موقع... جو کھانا مخصوص افراد کے لیے تیار کیا جائے اُس میں میزبان کی دعوت کے بغیر شرکت کرنا گناہ ہے۔ اگر کوئی شخص بِن بُلائے پہنچ جائے تو صاحبِ خانہ کو اُسے روکنے کا حق ہے، اگرچہ (بلاوجہِ شرعی) آنے والے کو روکنا حُسنِ اخلاق کے خلاف ہے۔ لڑکے اور لڑکی والوں کو بھی مہمان لے جاتے ہوئے میزبان کی مَعاشی حیثیت ملحوظ رکھنی چاہیے۔

سیدنا ابو شُعیب انصاری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو کھانے کی دعوت دی اور کہا کہ مزید چار افراد کو ساتھ لیتے آئیں، جب آپ ﷺ تشریف لے جا رہے تھے تو ایک صاحب خود ہی ساتھ چل پڑے۔ حضور ﷺ نے صاحبِ خانہ کو فرمایا: يَا أَبَا شُعَيْبٍ! إِنَّ رَجُلًا تَبِعَنَا، فَإِنْ شِئْتَ أَذِنْتَ لَهُ وَإِنْ شِئْتَ تَرَكْتَهُ۔ یعنی "ابو شُعیب! ایک صاحب خود ہی ہمارے ساتھ آ گئے ہیں، تم چاہو تو اِنھیں اجازت دو اور چاہو تو رہنے دو!" اُنھوں نے عرض کی: مَیں اجازت دیتا ہوں۔ (صحیح بخاری، حدیث:5461)

مُجتمع خاندان میں پردے کا دھیان

بہت سارے حضرات مُجتمع خاندان (Joint Family) کے طور پر زندگی گزارتے ہیں۔ اِن افراد کا رہن سہن اکٹھا ہوتا ہے اور گھریلو اُمور مشترکہ طور پر سرانجام دیے جاتے ہیں۔ اگر اِس طرزِ زندگی میں شرعی تقاضوں کی پاس داری کی جائے تو بلاشبہ اتفاق واتّحاد باعثِ رحمت وبرکت ہوتا ہے۔

جوائنٹ فیملی میں شادی کے بعد اِس بات کا اہتمام بے حد ضروری ہے کہ خاتون خاندان کے غیر مَحرم افراد سے شرعی طریقے پر پردہ کرے۔ یعنی خاندان کے جن افراد کے ساتھ کسی بھی وقت میں اُس خاتون کا نکاح ہو سکتا ہے، جیسے سُسرالی رشتے داروں میں دیور اور جیٹھ... یوں ہی نسبی رشتے والوں میں چچازاد اور ماموں زاد... یہ حضرات اگرچہ گھر کے افراد ہیں، مگر اِن سے پردہ کرنا لازم ہے۔

اِزالۂ اشکال: اِس گفتگو سے ذہن میں سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ غیر محرم اہلِ خانہ سے پردہ کرنے میں بہت دُشواری ہو گی اور خدشہ ہے کہ اپنی نادانی کی وجہ سے یہ حضرات ناراض ہو جائیں تو پھر وقت کیسے گزرے گا؟ اِس کا جواب یہ ہے کہ:

- اگر فتنے کا خدشہ نہ ہو، یعنی غیر محرم اہلِ خانہ اچھے کردار کے حامل ہوں اور پورا اعتماد ہو کہ خاتون اور وہ بُرے خیال سے محفوظ رہیں گے تو اُن کے سامنے چہرہ، دونوں ہاتھ، پاؤں اور ٹخنے چُھپانا لازم نہیں۔ یہ گھر کا فرد ہونے کی وجہ سے گنجائش ہے.. تاہم دیگر اعضا کا پردہ لازم ہو گا اور اُن کے ساتھ تنہائی یا بے جا ہنسی مذاق کی اجازت ہر گز نہیں ہو گی۔
- اِس پر اگر وہ ناراض ہوں تو اُنھیں سلیقے سے قرآن و سنت کا حکم بتایا جائے۔ پھر بھی اگر کسی کو بُرا لگتا ہے تو اُس کی کوئی پرواہ نہیں، کسی کو خوش کرنے کی خاطر اللہ اور اُس کے رسول کو ناراض نہیں کیا جا سکتا۔

خاندان کے غیر محرموں سے متعلق زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے؛ کیونکہ رشتہ داری کی وجہ سے اِن کے ساتھ باہمی جھجک کم ہوتی ہے اور فتنے کا اندیشہ بالکل ناواقف اجنبی کی بنسبت زیادہ ہوتا ہے۔

وسوسۂ شیطانی کا ردّ: زیادہ تر لوگ اِس خوش فہمی میں مبتلا رہتے ہیں کہ رشتہ داروں کی نظر میں خاتون کا احترام ہوتا ہے اور اُن کی نیت صاف ہوتی ہے؛ لہٰذا اُن سے پردے کی ضرورت نہیں۔

اِس حوالے سے پہلی بات تو یہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ قرآن و سنت کے مقابلے میں عقلی دلائل پیش کرنا بڑی بے عقلی ہے اور یہ کسی صورت میں بھی مسلمان کو زیب نہیں دیتا۔ قرآنِ مجید نے ہر غیر محرم سے پردے کا حکم فرمایا ہے۔[1] سیدنا عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ! [2] مقصود یہ کہ "غیر محرموں کے ساتھ تنہائی یا بے پردہ اُن کے سامنے جانے سے بچو!" کسی صاحب نے عرض کی: یارسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم! دیور وغیرہ شوہر کے قریبی رشتہ داروں سے متعلق آپ کیا حکم ارشاد فرماتے ہیں؟ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ۔ [3] مقصود یہ کہ "اِن کے ساتھ تنہائی یا بے پردگی موت کی طرح تباہ کُن ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث: 5232)

دوسری بات یہ ہے کہ مسلمان کی نظر میں اُمّہات المؤمنین رضی اللہ عنہن سے بڑھ کر کس کا احترام ہو سکتا ہے؟ مگر اللہ تعالیٰ نے اُنھیں بھی غیر محرم مسلمانوں سے پردے کا حکم فرمایا ہے [الاحزاب 33:53]... تو گھر والوں سے بے پردگی کی اجازت کیسے ہو سکتی ہے؟

---

[1] دیکھیے: النور 24:31، 60۔ الاحزاب 33:59

[2] (إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ) أَيْ: عِنْدَ الْمُحَرَّمَاتِ عَلَى طَرِيقِ التَّخْلِيَةِ أَوْ عَلَى وَجْهِ التَّكَشُّفِ... (مرقاۃ المفاتیح، تحت: 3102)

[3] وَقَالَ النَّوَوِيُّ: وَأَمَّا قَوْلُهُ ﷺ: اَلْحَمْوُ الْمَوْتُ فَمَعْنَاهُ أَنَّ الْخَوْفَ مِنْهُ أَكْثَرُ مِنْ غَيْرِهِ وَالشَّرُّ يُتَوَقَّعُ مِنْهُ وَالْفِتْنَةُ أَكْثَرُ؛ لِتَمَكُّنِهِ مِنَ الْوُصُولِ إِلَى الْمَرْأَةِ وَالْخَلْوَةِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْكَرَ عَلَيْهِ بِخِلَافِ الْأَجْنَبِيِّ، وَالْمُرَادُ بِـ"الْحَمْوِ" هُنَا أَقَارِبُ الزَّوْجِ غَيْرُ آبَائِهِ وَأَبْنَائِهِ... مِمَّنْ لَيْسَ بِمَحْرَمٍ، وَعَادَةُ النَّاسِ الْمُسَاهَلَةُ فِيهِ وَيَخْلُو بِامْرَأَةِ أَخِيهِ، فَهٰذَا هُوَ الْمَوْتُ۔ (شرح النووی علی مسلم، تحت الحدیث: 2171)

حرفِ آخر: نکاح سے متعلق دینی تقاضے

جب کوئی بندہ ایمان کی سعادت سے سرفراز ہوتا ہے تو درحقیقت وہ اِس بات کا اقرار کرتا ہے کہ آئندہ زندگی کا کوئی بھی معاملہ میری مرضی سے نہیں ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرّم ﷺ کے حکم کے مطابق ہوگا۔

اگر بندہ اِس اقرار کا پابند رہے اور اپنے عمل سے ثابت کرے کہ وہ اِس میں سچا ہے تو اُسے ایسی پاکیزہ زندگی عطا ہوتی ہے کہ دُنیا بھی قابلِ رشک بن جاتی ہے اور آخرت بھی لائقِ فخر ہوتی ہے.. اِس کے برعکس اگر وہ ایمان کے بعد بھی خود کو آزاد سمجھے اور اپنی مرضی کرے تو پھر حال وہی ہوتا ہے جو اِس وقت ہمارا ہے۔

ہمیں اپنے اندر یہ شعور بیدار کرنے کی اشد ضرورت ہے کہ ہم دُنیا کی رنگینی میں جو سُکون تلاش کر رہے ہیں وہ صِرف اور صِرف اللہ کریم کی عطا سے اُس کی فرماں برداری میں ہی مل سکتا ہے۔

نکاح سے متعلقہ اُمور میں فرماں برداری کا شوق دلانے کے لیے آخری تین خطبات میں اِسی حوالے سے قرآن وسنت کی روشنی میں گفتگو کی گئی۔ چند اہم نکات یہ ہیں:

1) اگر کوئی شرعی رُکاوٹ نہ ہو، یعنی لڑکا / لڑکی نکاح کی ذمہ داریوں کو اچھے طریقے سے نبھا سکتے ہوں اور مناسب رشتہ دستیاب ہو تو نکاح میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

2) رشتے کی تلاش میں صحیح عقائد، دین داری اور حُسنِ اخلاق کو ترجیح دینی چاہیے۔ فقط حُسن وجمال، بڑے خاندان اور مال ودَولت پر نظر رکھنا جاہلانہ سوچ ہے۔

3) سب سے بڑی برکت اُس نکاح میں ہوتی ہے جسے بوجھ نہ بنایا جائے؛ لہٰذا فضول خرچی، بھاری جہیز، بے جا اور خلافِ شریعت رسموں سے مکمل طور پر اجتناب کرنا چاہیے۔

4) دینِ متین نے یہ سوچ عطا کی ہے کہ مَرد کو بہترین شوہر اور عورت کو مثالی بیوی بننا چاہیے۔ شوہر گھر کا سربراہ ہے اور بیوی گھر کا ایک معزّز فرد ہے، دونوں کے حقوق متعیّن وواضح ہیں اور دونوں پر ایک دوسرے کے حقوق کا لحاظ رکھنا فرض ہے۔

5) شادی کے موقع پر تحفہ دینا اچھی بات ہے۔ ہمارے ہاں نیوتا / نیوندرا اور سلامی وغیرہ کے ناموں سے جو رقم دینے کا رِواج ہے، اِس کی دو صورتیں ہیں:

- اگر رِضائے اِلٰہی کے لیے اِظہارِ محبّت اور تعلُّق داری کے پیشِ نظر نیوتا دیا جائے اور یہ چاہت نہ ہو کہ ہمیں اِس کے بدلے میں تحفہ ملے گا یا ہمارے ہاں شادی وغیرہ کے موقع پر نیوتا لَوٹایا جائے گا تو یہ "ہدیہ" ہے اور باعثِ برکت ہے۔

- لیکن اگر نیوتا لینے اور دینے والے حساب کتاب رکھیں اور جوابی تحفے کا لالچ ہو تو یہ کہنے کو ہدیہ و تحفہ ہے، مگر حقیقت میں ایک بے برکت "قرض" ہے اور اِسے واپس کرنا ذمّے میں لازم ہے۔

6) نکاح کے بعد دعوتِ ولیمہ کرنا سنت ہے، تاہم:

- اِس کا اہتمام اپنی حیثیت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کرنا چاہیے۔
- دِکھاوے کی خاطر بڑا ولیمہ کرنا اور خود کو مشکل میں ڈالنا شرعی تقاضوں کے خلاف ہے۔
- دعوتِ ولیمہ میں مستحق حضرات اور دینی مدارس کے طلبہ کے لیے بھی کھانے کا اہتمام کرنا چاہیے اور اُنھیں اعزاز و تکریم کے ساتھ کھلانا چاہیے۔ ایسے حضرات کا خیال نہ رکھا جائے تو روایت کے مطابق وہ بدترین کھانا قرار پاتا ہے۔
- کھانے میں اعتدال کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ رِزق کو ضائع کرنا بھی سخت بے برکتی کا سبب ہے اور اپنی گنجائش سے زیادہ کھانا بھی ناجائز ہے۔
- ولیمہ اور دیگر مواقع، جن میں مخصوص لوگوں کے لیے کھانا تیار کیا جاتا ہے.. اِن میں فقط اُن افراد کو شرکت کی اجازت ہے جنھیں دعوت دی گئی ہو۔ بِن بلائے شریک ہونا شرعی اور اخلاقی طور پر ممنوع ہے۔

7) اگر نکاح کے اسباب میسّر نہ ہوں تو قرآنِ مجید نے پاک دامن رہنے اور ہر طرح کی جنسی بے راہ روی سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ ایسی صورت میں نہایت ضروری ہے کہ بندہ:

- بُرے ماحول اور فحش کاموں سے دُور رہے۔
- نگاہوں کی حفاظت کرے۔
- اور روزوں وغیرہ سے نفسانی خواہشات کو دبائے۔

شرعی مسئلہ: بندہ جس چیز کا مالک ہو اُسے اپنی مرضی کے مطابق استعمال کر سکتا ہے، مگر جس شے کی ملکیت (Ownership) نہ ہو اُس میں تصرف کی اجازت نہیں ہوتی۔

دعوت کے موقع پر میزبان کی طرف سے جو کھانا پیش کیا جاتا ہے، مہمان اُس کا مالک نہیں بنتا... بلکہ اُسے کھانے کی فقط اجازت ہوتی ہے؛ لہٰذا ولیمہ وغیرہ کا کھانا اپنے ساتھ لے جانا یا میزبان کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو دینا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں شریعتِ مطہرہ کے تمام احکام کو دل وجان سے تسلیم کرنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیقِ رفیق سے نوازے!

ربِّ کریم مغربی تہذیب کی بے راہ روِی وبے حیائی سے نوجوانوں کو محفوظ رکھے اور بے نکاحوں کے لیے نکاح کے اسباب پیدا فرمائے!

قادرِ مطلق اہلِ غـــزہ سمیت دُنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کی مدد فرمائے، امریکہ اسرائیل گٹھ جوڑ کے شر سے اُمّت کو محفوظ رکھے! اوراسرائیل کو تمام اتحادیوں سمیت نشانِ عبرت بنائے!

ربِّ کریم اہلِ پاکستان کو ہر قسم کی اندرونی وبیرونی سازشوں سے محفوظ رکھے، ملک کی تمام سرحدات کی حفاظت فرمائے! اِسے امن وسلامتی کا گہوارہ بنائے! اور تمام اربابِ اختیار کو اسلام کا خدمت گزار اور عوام کا خیر خواہ کردے!

آمین بجاہِ النّبیِّ الکریم ﷺ!